کارکنوں کی اُجرت ان کی بہترین کارکردگی کے مطابق معیّن ہونی چاہئے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۳؍اکتوبر ۱۹۶۹ء بمقام مسجد مبارک۔ ربوہ)

☆ منصوبہ بندی کے ساتھ تین چیزوں کا تعلق ضروری ہے۔

☆ انسان کو اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر بننا چاہئے۔

☆ تمہاری کارکردگی سب سے اچھی ہونی چاہئے۔

☆ کارکن کو آخری عمر میں ہر قسم کی پریشانیوں سے محفوظ رکھنا چاہئے۔

☆ نئے کارخانوں کی ان کو اجازت ملنی چاہئے جنہوں نے اپنے زائد مال کو خدا کی راہ میں خرچ کیا ہو۔

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

میں نے گزشتہ خطبہ میں بتایا تھا کہ تدبیر اور منصوبہ اور Planning (پلاننگ) کا وہ حصہ جو انسان کے اختیار میں دیا گیا ہے اور جس کے متعلق یہ ہدایت کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر بنتے ہوئے اپنی تدابیر کیا کرو، یا اپنا منصوبہ بنایا کرو اس تدبیر کے ساتھ یا اس منصوبہ بندی کے ساتھ تین چیزوں کا تعلق ضروری ہے۔ اوّل: اعداد وشمار اکٹھے کرنے کا دوم: ان اعداد وشمار کے پیش نظر منصوبہ بندی کی تفاصیل طے کرنے کا۔ میں نے گزشتہ خطبہ جمعہ میں اپنے اس مضمون میں جو اقتصادیات سے تعلق رکھتا ہے ان دو باتوں کے متعلق جو دراصل ”اَلدِّیْنُ“ کے دو معنوں (نویں اور دسویں تقاضے) پر مشتمل ہیں بیان کیا تھا۔ آج اس منصوبہ بندی کی تیسری شق یعنی اَلدِّیْنُ کے گیارھویں معنے کے متعلق بیان کرنا چاہتا ہوں۔

”اَلدِّیْنُ“ کے گیارہویں معنے یہ ہیں کہ جو بھی تدبیر کی جاتی ہے یا جو بھی منصوبہ بنایا جاتا ہے اس کے ایک بڑے حصے کا تعلق جزا اور بدلے سے ہوتا ہے۔ پس ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب بھی منصوبہ بندی میں ایسے فیصلے کئے جائیں کہ جن کا تعلق جزا یا بدلہ دینے سے ہو تو اس میں بھی انسان کو اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر بننا چاہئے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی طرف متوجہ نہیں ہونا چاہئے۔ جب ہم اللہ تعالیٰ کی صفات کے ان جلوؤں کو جنہیں قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے دیکھتے ہیں اور ان پر غور کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جزا یا بدلہ دینے کے لئے جو جلوے ہیں وہ اصولی طور پر ان آیات میں بیان ہوئے ہیں جن کی میں اس وقت مختصراً تفسیر بیان کروں گا اللہ تعالیٰ سورہ عنکبوت میں فرماتا ہے:

وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَحْسَنَ الَّذِىْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (العنکبوت:۸)

کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے جلوے جزا اور بدلہ دینے کے سلسلہ میں اس طرح ظاہر ہوتے ہیں کہ انسان

کے اعمال کی جو بہترین جزا ہو سکتی ہے وہ جزا اللہ تعالیٰ اسے عطا کرتا ہے یعنی انسانی اعمال کی جزا یا بدلے کا تعلق ان جلووں کے ماتحت ہوتا ہے جس کا ذکر اس آیہ کریمہ میں کیا گیا ہے۔

پس ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب ہماری منصوبہ بندی بدلہ دینے کے فیصلے کرے تو یہ فیصلے بہترین بدلہ کے مظہر ہونے چاہئیں۔ بہترین بدلہ محض مزدوری یا اجرت کے اصول پر نہیں دیا جا سکتا ایک تو اس لئے کہ یہ ایک اندھا اصول ہے اس کی رو سے مثلاً ایک اچھے کام کرنے والے Unskilled (غیر ماہر) مزدور کو بھی عام طور پر وہی تنخواہ دی جاتی ہے جو ایک درمیانے درجے کے ایسے مزدور کو ملتی ہے۔ ایک بڑے عقلمند اور بڑے ذہین اور بڑی توجہ سے کام کرنے والے کلرک یا کسی کارخانے کے افسر کو جس کی کارکردگی کے نتیجہ میں پیداوار میں معتدبہ اضافہ ہوتا ہے اور آمدنی میں بڑی ترقی ہوتی ہے ایک مقررہ تنخواہ دی جاتی ہے اگر اس کی جگہ کوئی درمیانے درجہ کا افسر آ جائے تو اس کو بھی وہی تنخواہ ملے گی جو اس اچھے افسر کو دی جاتی رہی ہے حالانکہ ان دونوں کی حسن کارکردگی میں بہت زیادہ فرق ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی اس صفت کا اظہار اس قسم کے اندھے ماحول سے پاک ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ تو نور ہی نور ہے اور وہ تو بصارت اور بصیرت کا منبع اور سرچشمہ ہے اس کا علم ہر چیز پر محیط ہے اور اس کی تمام صفات کی طرح یہ جزا اور بدلہ دینے کی صفت بھی ہر چیز کی ضرورت کے مطابق جلوہ گر ہوتی ہے۔

پس ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ تمہارے اقتصادی نظام میں جب بھی اجرتوں کی ادائیگی کا سوال پیدا ہو تو اس وقت اس بات کو بھولنا نہیں چاہئے کہ کام کرنے والے ہر مزدور یا کلرک کو، ہر افسر یا منتظم یا مینجر کو اس کام کی بہترین اجرت ملنی چاہئے۔ تاہم انسان کا علم محدود ہے اور اس کے راستہ میں ہزار روکیں ہیں اور اس نقص اور کمزوری ہی کے نتیجہ میں تنخواہ کا اصول بنایا گیا۔ بالعموم کمزوری دو طرح کی ہوتی ہے ایک تو اس لحاظ سے کہ انسان کا علم ناقص ہے ہر چیز انسان کے سامنے نہیں ہوتی اور دوسری کمزوری یہ ہے کہ جو بات اس کے اختیار اور طاقت میں ہے اس میں بھی وہ کمزوری دکھاتا ہے وہ اتنی محنت نہیں کرتا جتنی اسے کرنی چاہئے تھی اور جس کی وہ قدرت رکھتا تھا مثلاً ایک کارخانہ ہے اس میں پانچ سو یا ایک ہزار مزدور کام کر رہا ہے تو اگر اسلامی اصول کو اس میں پوری طرح لاگو کیا جائے تو یہ ضروری ہوگا کہ ایک رجسٹر ہو جس میں ہر مزدور کی کارکردگی درج ہو کیونکہ اس کی مزدوری یعنی اس کے کام ہی نے یا اس کی توجہ اور اس کی محنت ہی نے اس کارخانے کی مجموعی پیداوار پر ایک خاص اور خوشکن اثر ڈالنا ہے مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ

سارے مزدوروں کا پیداوار میں ایک جیسا حصہ نہیں ہے کیونکہ ہر ایک کی قابلیت اور توجہ کا معیار الگ الگ ہے ایک مزدور ہے جس میں زیادہ قابلیت ہی نہیں اپنی قابلیت کے لحاظ سے وہ بے شک پوری توجہ بھی دیتا ہے لیکن کم قابلیت ہونے کی وجہ سے وہ اتنا پیدا نہیں کرسکتا نہ پیدا کرتا ہے کہ جتنی پیداوار ایک دوسرے مزدور کی ہے۔ پس جب تک پورے حالات سامنے نہ ہوں اس وقت تک یہ فیصلہ نہیں کیا جاسکتا کہ کس کو کتنی اجرت ملے اور پھر یہ بھی کہ ایسی اجرت بہترین اجرت بھی کہلاسکتی ہے یا نہیں۔ ہمارے ہاں اجرتوں کا جو اصول کارفرما ہے اس کی رو سے شاید مزدوریوں یا اجرتوں میں فرق کرنا مشکل ہو جائے چنانچہ اس مشکل کو دور کرنے کے لئے انسانی ذہن نے ایک اور راستہ بھی سوچا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم اس راستے کو صحیح اور پورے طور پر اختیار کریں تو اللہ تعالیٰ کی اس صفت کے جلوے اجرتوں کی تعین کے سلسلہ میں ہم اپنی زندگیوں میں دکھا سکتے اور اس طرح ہم بھی اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر بن سکتے ہیں اور یہ مزدوروں کو بونس دینے کا رواج ہے۔ مختلف کارخانے اپنے مزدوروں کو مختلف شکلوں میں مختلف نسبتوں سے بونس دیتے ہیں لیکن اسلامی اصول ادائیگی اجرت کے مطابق اور یہ سمجھتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ ہدایت دی ہے کہ اس کے مطابق اجرتوں کی تعیین کرنی چاہئے شاید ہی کوئی کارخانہ ہو جو عمل کر رہا ہو۔

پس اگر ایسے رجسٹر ہوں جن میں ہر ایک مزدور کی حسن کارکردگی درج ہو تو سب مزدوروں کو ایک جیسی مزدوری ملنے کا سوال پیدا نہیں ہوتا اور اسی طرح جب سال گزرنے کے بعد نفع کا حساب لگایا جائے مثلاً ایک کارخانے کو پچاس لاکھ روپیہ نفع ہوا اس نفع میں سارے شریک ہیں یا اکثر شریک ہوں گے لیکن ان کا حصہ مختلف ہونا چاہئے کیونکہ ایک وہ مزدور ہے جس کی قابلیت بھی زیادہ تھی اور جس نے محنت بھی زیادہ کی اور جس نے کام بھی زیادہ توجہ اور محبت اور پیار سے کیا اور اس نیت سے کیا کہ اس طرح زیادہ سے زیادہ پیداوار جو میں کرسکتا ہوں وہ میں کروں گا۔ پس ایسے قابل، ذہین، محنتی اور نیک نیت مزدور کا حصہ بہر حال زیادہ ہونا چاہئے۔ اس کے برعکس ایک ایسے مزدور کا حصہ جس میں اتنی قابلیت بھی نہیں، توجہ اور محنت سے کام کرنے کی اسے عادت بھی نہیں سستی سے کام کرتا ہے وہ نہیں ہونا چاہئے جو ایک اچھے مزدور کا ہے۔ پس مجموعی نفع میں حصہ دار بنانے میں ہر ایک کی حسن کارکردگی مدنظر رکھنی چاہئے۔

بہر حال حکم یہی ہے کہ تم بہترین عمل بجالاؤ۔ تمہاری کارکردگی سب سے اچھی ہونی چاہئے اور پھر جس کی جتنی کارکردگی ہے اس کے مطابق مجموعی نفع میں اس کا حصہ معین ہونا چاہئے۔ اس صورت میں

بہترین جزا بنتی ہے ورنہ محض تنخواہ یا اجرتوں کے اصول پر بہترین جزا یا بدلہ دینے کی صورت نہیں پیدا ہو سکتی اور ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب میں اَحۡسَنَ الَّذِیۡ کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ کے اصول کے مطابق کسی کے عمل کی بہترین جزا یا بدلہ دیتا ہوں تو تمہیں میری اس صفت کا بھی مظہر بننا چاہئے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کی یہ صفت دنیا میں جلوہ گر ہے اسی طرح تمہیں بھی اللہ تعالیٰ کی اس صفت کا مظہر بنتے ہوئے اپنی زندگی میں اس قسم کے فیصلے کرتے وقت بہترین جزا، بدلہ دینے کا جلوہ دکھانا چاہئے۔

ہمیں اللہ تعالیٰ کی صفات میں دوسری قسم کا جلوہ یہ نظر آتا ہے وَلَنَجۡزِیَنَّهُمۡ اَجۡرَهُمۡ بِاَحۡسَنِ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ (النحل:۹۸) پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ میں بہترین جزا دیتا ہوں یہاں یہ اصول بیان فرمایا کہ میں بہترین عمل کے مطابق بدلہ دیتا ہوں یعنی محنت سے کام کرنے والوں پر بہترین کام کے مطابق اللہ تعالیٰ کی اس بہترین جزا یا بدلہ دینے کی صفت کا جلوہ ظاہر ہوتا ہے۔ ایک شخص مثلاً سال میں بارہ مہینے کام کرتا ہے اور اس کے نو مہینے کی کارکردگی بڑی اچھی ہے لیکن تین مہینے کا کام کسی مجبوری کی وجہ سے جس میں بیماری بھی ہو سکتی ہے ایسی بیماری جس کے نتیجہ میں رخصت لینے پر مجبور نہیں ہوا لیکن جس کی وجہ سے اس کی کارکردگی پر اثر پڑا۔ پس اس کی اجرت کی تعیین اس کے بہترین کام کے زمانہ کے لحاظ سے ہونی چاہئے یہ نہیں کہ سمو دیا جائے یا یہ نہیں کہ کم کارکردگی یعنی اس کی مجبوری کی وجہ سے جو اس کی کارکردگی متاثر ہوگئی تھی اور اسمیں کسی قدر نقص واقع ہو گیا تھا۔ اس کے مطابق اس کی اجرت کی تعیین کی جائے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دراصل اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ کام کرنے والا خواہ مزدور ہو یا کلرک کوئی اور منتظم ہو یا مینجر، جو بھی ہو اسے اپنی قوت اور قابلیت کا بھرپور مظاہرہ کرتے ہوئے پوری توجہ اور محنت سے کارکردگی دکھانی چاہئے اور جنہوں نے ان کی اجرت چکانی تھی اور ان کی مزدوری کی تعیین کرنی تھی ان سے یہ فرمایا ان کی اجرت کی ادائیگی ان کے بہترین کام کے زمانہ کے مطابق ہونی چاہئے یعنی وہ زمانہ جو ان کی کارکردگی کا بہترین زمانہ ہے اس کے مطابق ان کی اجرت یا مزدوری کا فیصلہ کرنا چاہئے۔ یہ فیصلہ خواہ تنخواہ کی صورت میں ہو یا مجموعی نفع میں شرکت کی صورت میں، دونوں صورتوں میں بہترین کارکردگی کے مطابق اُجرت معین ہونی چاہئے۔ اس صورت میں ایک اچھے مزدور کو ان ایام میں بھی وہی کچھ ملے گا جن میں وہ بیمار رہا ہے۔ بیماری کی وجہ سے اس کو چھٹی لینی پڑی ہو یا بیماری کی وجہ سے

اس کی کارکردگی متاثر ہوئی ہو۔ بعض دفعہ مثلاً ہلکے سر درد کی وجہ سے انسان سمجھتا ہے کہ میں اتنا بیمار نہیں کہ رخصت لوں لیکن یہ بھی اپنی جگہ ایک حقیقت ہے کہ وہ اتنا تندرست بھی نہیں کہ حسب معمول زیادہ قابلیت اور محنت اور توجہ سے بہترین کام انجام دے سکے لیکن جب عذر جائز ہو اور بہانہ جو طبیعت کا تقاضا نہ ہو، صحیح عذر ہو، واقع میں وہ بیمار ہو، رخصت لینی پڑے یا بیماری کی وجہ سے اس کے کام پر اثر پڑا ہو، تو اس کے کام میں اس نقص کی بنا پر اس کی تنخواہ یا اس کے نفع کے متوقع حصہ پر اثر نہیں پڑنا چاہئے بلکہ اس کا جو بہترین کام ہے اور بہترین کارکردگی رہی ہے اس کو اس کے مطابق ہی اجرت ملے گی۔ اگر وہ خدانخواستہ بیمار ہو جائے تو بیماری کے ایام میں پوری اجرت ملے گی۔

اللہ تعالیٰ نے یہاں بہترین عمل کی بہترین جزا سے متعلق جو حکم دیا ہے اس پر ہمیں بھی غور کرنا چاہئے ہمارے صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید میں ایسا نہیں ہوتا۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ ہمارے کارکنان اللہ تعالیٰ کے فضل سے خواہ ہم ان کو واقف کہیں یا نہ کہیں بہر حال وہ ایک طرح کے واقف زندگی ہی ہیں کیونکہ وہ قربانیاں دیتے ہیں اپنے حقوق کو چھوڑتے ہیں (قربانی کا آخر یہی مطلب ہے نا کہ آدمی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اپنے حقوق کو چھوڑ دیتا ہے) پس اگر اس طرف پہلے توجہ نہیں ہوئی تو اب اگر یہ ممکن ہو ہماری اتنی آمدنی ہو کہ ہم بیماری کی رخصتوں میں اپنے کارکنان کو پوری تنخواہ (جو کہ پہلے ہی کم ہے) دے سکیں تو ان کو ضرور دینی چاہئے۔ ویسے ہمارے سارے کارکنان خوشی سے قربانی دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کسی دوسرے رنگ میں ان کی اس قربانی کی انشاء اللہ بہترین جزا عطا فرمائے گا لیکن اقتصادی دنیا کے لئے اس آیت کی رو سے اللہ تعالیٰ نے یہ قانون وضع کیا ہے اور اپنے اس جلوہ کا اظہار فرمایا ہے کہ میں جو سب سے اچھا عمل ہو اس کے مطابق جزا دیا کرتا ہوں جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ اگر انسان اس کی صفات کا مظہر بننا چاہتے ہیں تو انہیں چاہئے کہ وہ اپنے ماتحت کے سب سے اچھے عمل اور اس کی سب سے اچھی کارکردگی کے مطابق اسے اُجرت یا مزدوری دیا کریں اور اسی اصول کے مطابق پنشن مقرر ہونی چاہئے۔ ویسے روحانی لحاظ سے انسان کی پنشن اس کی موت کے بعد کی نئی زندگی سے شروع ہوتی ہے۔ موت حقیقۃً اس زندگی کا اختتام نہیں بلکہ ایک نئی زندگی کی ابتدا ہے اور یہیں سے روحانی طور پر پنشن کا آغاز ہوتا ہے اور اس دوسری زندگی میں بھی اللہ تعالیٰ کا یہی اصول ہے کہ بہترین عمل کے مطابق جزا ملے گی لیکن اس دنیا کے حقوق کو اللہ تعالیٰ نے اس بنیادی اصول پر قائم کیا ہے کہ اس شخص یا اس

کے خاندان کی قابلیتوں کے مجموعہ کی نشوونما کے کمال کے لئے جس چیز کی اسے ضرورت ہے وہ اسے ضرور ملنی چاہیئے۔

اس دنیا میں انسان جس وقت پنشن کی عمر کو پہنچتا ہے تو اس وقت عام طور پر اس کے خاندان کے بہت سے افراد خود کمانے کے قابل ہو جاتے ہیں اور اس کے پندرہ بیس سال پہلے کے حقوق نہیں رہتے بلکہ کم ہو جاتے ہیں۔ ان حقوق کو مدنظر رکھ کر اگر پنشن بنتی ہو تو پھر ٹھیک ہے۔ اس کی تنخواہ کا نصف اس کی پنشن مقرر ہو گی یا مثلاً بیس سالہ سروس ہے تو شاید تنخواہ کا ۳/۱ حصہ بطور پنشن کے ملتا ہے۔ یہ سارے اصول بنے ہوئے ہیں لیکن ان اصولوں کی بنیاد اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے اس اصول پر ہونی چاہیئے جس کا جلوہ اس نے دکھایا ہے کہ جب بھی جزا یا بدلہ دینے کا سوال پیدا ہو میری صفات کے اس جلوہ پر عمل کرتے ہوئے بہترین جزا یا بدلہ کے طور پر مجموعی اجرت یا مجموعی نفع حصہ رسدی دینے کی کوشش کی جائے۔

اس دنیا میں بہت سے ایسے لوگ بھی ہیں جن کی شادی بڑی عمر میں ہوئی یا جن کے اللہ تعالیٰ کی مشیت کے ماتحت بعض بڑے بچے فوت ہو گئے اور جس وقت وہ اپنی پنشن کی عمر کو پہنچے تو ان کی ساری اولاد تعلیم حاصل کر رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد کو اچھا ذہن بھی عطا کر رکھا تھا۔ پس اجرت کے لحاظ سے یہ رحیمیت کے جلوے ہیں رحمانیت کے جلووں کا علیحدہ اصول ہے رحیمیت کے جلووں میں یعنی جو اس نے کام کیا ہے اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے کہ اس دنیا میں اتنا تنوع پایا جاتا ہے کہ ایک ہی لاٹھی سے سب کو نہیں ہانکا جا سکتا۔

پس ایسے پنشن پانے والے جن پر ان کے حالات کے مطابق بوجھ ویسا ہی ہے کم نہیں ہوا۔ کوئی بیٹا کما نہیں رہا بچیوں کی شادی نہیں ہوئی ان کو پنشن پوری تنخواہ کے برابر ملنی چاہیئے سوائے اس کے کہ انسان اپنی سہولت کے لئے رحیمیت کے ان جلوؤں کو رحمانیت کی صفت کے جلووں کے اندر لے آئے اور اس کی ضرورت کو دوسری طرح پوری کر دے یہ تو ٹھیک ہے اس صورت میں اس کی پنشن نصف رہے یا ایک تہائی یا چوتھائی رہے اگر اور صفت باری کے جلوؤں کی مظہریت میں اس کے سارے حقوق اس کو مل جاتے ہیں تو فبہا، اس کے سارے حقوق اس کو مل گئے لیکن اگر رحمانیت کے جلووں کی مظہریت میں یا ان کے مظہر بننے کی جدوجہد میں اس کے وہ حقوق نہیں ملے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ رحیمیت کے جلوے ان کی حفاظت کر رہے

ہیں اگر رحیمیت کے جلووں سے اس کے بعض حقوق کو نکالنا ہے تو پھر ضروری ہے کہ انسان رحمانیت کے جلووں میں اس کو لے آئے کہ قطع نظر اس کے کہ کسی کی کارکردگی کیا تھی اللہ تعالیٰ نے جو اس کے حقوق قائم کئے ہیں وہ انہیں ادا کرنے کی کوشش کرے۔ بہرحال ہر ایک آدمی کے حقوق ادا ہونے چاہئیں اور اس کو آخری عمر میں ہر قسم کی پریشانیوں سے محفوظ رکھنا چاہئے۔

یہ تو تھا اس جزا سے تعلق رکھنے والا مضمون جو کارکردگی کے نتیجہ میں ایسی کارکردگی، ایسی ذمہ داری، ایسی محنت جو بڑی نمایاں ہے اور جس کے مطابق دنیا مزدوریاں دیا کرتی ہے اس کے ساتھ تعلق رکھتا تھا۔ بعض جزا اور اجر یا بدلے ایسے نہیں ہوتے جو ان ظاہری پیمانوں پر پورے اتریں۔ چنانچہ جب منصوبہ بندی ہوتی ہے Private Sector (پرائیویٹ سیکٹر) میں یعنی جہاں مختلف سرمایہ داروں نے روپیہ لگانا ہو بغیر کسی ایسے اصول کے جن کا اللہ تعالیٰ مطالبہ کرتا ہو مختلف لوگوں کو مختلف قسم کے کارخانے لگانے کی اجازت دے دی جاتی ہے یا ایسی شرائط عائد کی جاتی ہیں جن کا تعلق اس کے حق سے نہیں بنتا وہ حق جو اللہ تعالیٰ نے معین اور قائم فرمایا ہے مثلاً ایسے اشخاص جو کارخانہ کھولنے کے متمنی ہوتے ہیں ان سے کہہ دیا جاتا ہے کہ Bank Balance (بینک بیلنس) دکھاؤ یا دوستیاں ہیں یا سفارشیں ہیں وغیرہ وغیرہ ہزار قسم کی نالائقیاں اس اقتصادی دنیا میں چل رہی ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ میں بھی اپنی بعض صفات کے جلووں کا ذکر قرآن کریم میں فرمایا ہے مثلاً آج یا کل کے اخبار میں تھا کہ شکر کے کچھ اور کارخانے لگانے کی ضرورت ہے۔ اسی طرح کپڑا بنانے کے کچھ اور کارخانے لگوانے کی بھی ضرورت ہے۔ اب یہ کارخانے لگانے کی کسی نہ کسی پارٹی کو اجازت دی جائے گی۔ ان سے کہا جائے گا کہ ہم سہولتیں دیتے ہیں تم یہ کارخانے قائم کرو۔ یہ بھی دراصل ایک قسم کی جزا یا بدلہ ہے جو ان کو دیا گیا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے اس قسم کی اجازت کو بھی جزا یا بدلہ قرار دیا ہے لیکن کس چیز کی جزا؟ کیا اس چیز کی جزا کہ خونی رشتہ تھا؟ کیا اس چیز کی جزا کہ مخلصانہ دوستی تھی؟ کیا اس چیز کا بدلہ کہ یہ پہلے ہی بڑا سرمایہ دار تھا؟ اللہ تعالیٰ ان چیزوں کو قبول نہیں کرتا اور نہ ان کو جائز وجہ قرار دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ο وَكَذٰلِكَ نَجْزِىْ مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْۢ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ

(طٰهٰ: ۱۲۷، ۱۲۸)

فرمایا جو شخص یا گروہ یا جماعت یا Management (انتظامیہ) اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر عمل نہیں کرتی

اور اللہ تعالیٰ کی شریعت اور اس کے احکام کو بھلا دیتی ہے وہ رحمت کی تقسیم کے وقت بھی بھلا دی جاتی ہے اور جو جو خدائی ہدایت اور شریعت سے باہر نکل جاتا ہے اور اسراف کرتا ہے اور اپنے نفس کے حقوق سے زائد رکھنا چاہتا ہے یا زائد لینا چاہتا ہے اور دوسرے کی حق تلفی کرتا ہے اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا یہی سلوک ہوتا ہے کہ رحمت کی تقسیم کے وقت اس کو ترک کر دیا جاتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ ایک دوسری جگہ فرماتا ہے:

سَنَجْزِی الَّذِیْنَ یَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰیٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا کَانُوْا یَصْدِفُوْنَo

(الانعام:۱۵۸)

اللہ تعالیٰ کی صفات کا ایک یہ جلوہ بھی ہے کہ وہ لوگ جو اس کی ہدایت پر عمل نہیں کرتے انہیں اللہ تعالیٰ اس بے عملی کی وجہ سے اس دنیا میں بھی اور اگلی دنیا میں بھی عذاب دیتا ہے اور اس دنیا میں عذاب کی ایک شکل یہ ہے کہ وہ اس کی رحمت سے محروم ہو جاتے ہیں۔

ان دونوں آیات پر جب ہم غور کرتے ہیں تو ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں۔ اس قسم کا منصوبہ بناتے وقت کہ کس پارٹی کو شکر کا کارخانہ لگانے کی اجازت دی جائے یا کس پارٹی کو کپڑا بنانے کا کارخانہ لگانے کی اجازت دی جائے یہ امر مدنظر رہنا چاہئے کہ صرف وہ پارٹی یہ کارخانے لگانے کی مستحق ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے اقتصادی اصولوں پر عمل کیا ہو اور وہ حقوق اپنے زائد اموال میں سے ادا کئے ہوں جن کے ادا کرنے کی اللہ تعالیٰ نے ہر ایسے شخص کو ہدایت کر رکھی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جنہیں اس نے کمانے کی توفیق عطا فرمائی تھی یہ بھی فرمایا تھا کہ ہم نے تمہیں یہ توفیق عطا کی ہے کہ تم اپنے حقوق نیز دوسروں کے حقوق کو پورا کرنے کے لئے جن اموال کی ضرورت ہے اس سے زیادہ کما لو اور یہ اس لئے تھا کہ تم میری بتائی ہوئی ہدایت کے مطابق ان زائد اموال کو (یہاں جب میں زائد اموال بولتا ہوں تو وہ اموال مراد ہیں جو ان کے اپنے حقوق کی ادائیگی سے زائد ہیں) میرے دوسرے بندوں کے جائز حقوق کی ادائیگی میں خرچ کرو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو کارخانہ دار اپنی کمائی کے زائد اموال میں سے دوسرے بندوں کے حقوق کی ادائیگی میں خرچ نہیں کرتا اس کا یہ حق نہیں ہے کہ اسے ایک نیا کارخانہ کھولنے کی اجازت دی جائے بلکہ یہ حق تو اس کا بنتا ہے جو اپنے زائد اموال کو اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق اس کے بندوں کے حقوق کی

ادائیگی میں خرچ کرتا ہے لیکن وہ جو اسراف کرتا ہے اور ظلم سے کام لیتا ہے اور اپنے لئے وہ حقوق تسلیم کروانا چاہتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اسے نہیں دیئے اور دوسروں کے حقوق کو تسلیم کرنے سے انکار کرتا ہے اور جو زائد اموال اللہ تعالیٰ کی رحمت کے حصول کے لئے دیئے گئے تھے یعنی یہاں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ جو اموال ایسے شخص کو دیئے جاتے ہیں اس کے دو حصے ہوتے ہیں ایک وہ حصہ جو اس کے اپنے حقوق ، اس کے خاندان کے حقوق کی ادائیگی کے لئے اور اس کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے ہیں لیکن اس کے ان اموال کا دوسرا حصہ یہ ہے کہ وہ اپنے اموال کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کو بھی حاصل کرے اس کے انعام اور فضل کا وارث بھی بنے یعنی اللہ تعالیٰ کی ہدایات کے مطابق قربانی کرے اور دوسروں کے حقوق ادا کرنے کی کوشش کرے مگر یہ شخص اس دوسری ہدایت پر عمل نہیں کرتا اور اسراف کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی جو یہ ہدایت ہے کہ صرف اپنے حقوق لینے کی تمہیں اجازت ہے سوائے اس کے کہ جب ساروں کے حقوق ادا ہو جائیں پھر بھی اموال بچ جائیں اور اس دنیا میں ایسا ہو جاتا ہے پس اس صورت میں اس کو فرمایا کہ میں نے تمہارے لئے خرچ کی جو جائز راہیں کھولی ہیں ان پر تم اپنا روپیہ خرچ کر سکتے ہو نا جائز یا حرام اخراجات کی اجازت نہیں دی جا سکتی یعنی کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ اے میرے ربّ! تو نے مجھے کمانے کی توفیق عطا کی تھی میں نے تیری اس توفیق کے نتیجہ میں ایک سال میں دس لاکھ روپیہ کمایا۔ تو نے میرے حقوق قائم کئے تھے میں نے اپنے حقوق کے طور پر یا اپنے خاندان کے حقوق کے طور پر یا اپنے Dependents (ڈی پنڈنٹس) کے حقوق کے طور پر دو لاکھ روپیہ خرچ کیا۔ آٹھ لاکھ روپیہ جو بچ گیا تھا اس میں سے میں نے تیرے بندوں کے مطالبہ پر (حکومت کے مطالبہ پر) جن کا کام منصوبہ بنانا اور ساری قوم کا خیال رکھنا ہے چھ لاکھ روپیہ ان کو دے دیا اور اس طرح کسی غیر کا کوئی حق میرے ذمہ باقی نہیں رہا کیونکہ میرے ذمہ جتنے بھی حقوق بنتے تھے وہ میں نے سارے کے سارے ادا کر دئے۔ اب دو لاکھ روپیہ میرے پاس بچتا ہے مجھے اجازت دی جائے کہ جس طرح میں چاہوں اسے خرچ کروں، چاہوں تو شراب پیوں، عیش وعشرت میں اپنا وقت گزاروں یا نمائش کروں، اسراف یا ریاء سے کام لوں کیونکہ میرے جو حقوق تو نے قائم کئے تھے وہ مجھے مل گئے اور تیرے بندوں کے جو حقوق تھے وہ ان کو مل گئے اس لئے اس دو لاکھ کے زائد روپیہ کو جائز یا ناجائز راہوں پر خرچ کرنے کی مجھے اجازت ہونی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ایسے شخص سے فرماتا ہے کہ بیشک تو نے اپنی اس ذمہ داری کو نباہا کہ اپنے اور اپنے

خاندان کے حقوق کو پورا کیا اور دوسروں کے بھی حقوق کو ادا کیا اور اس ذمہ داری سے بھی سبکدوش ہو گیا مگر ان ساری ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے بعد جو تمہارے پاس مال بچ گیا ہے تم اس کو بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کے حصول کا ذریعہ بناؤ اللہ تعالیٰ کے غضب کو مول لینے کا موجب نہ بناؤ کیونکہ اگر تم اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے خلاف کام کرو گے تو اس کے نتیجہ میں تمہاری چاروں قسم کی قابلیتیں جن کی تفصیل پہلے خطبات میں بیان ہو چکی ہے کی صحیح اور کامل نشوونما نہیں ہو سکے گی بلکہ ان کی نشوونما میں روک پیدا ہو جائے گی۔ تمہارا اسراف کرنا، تمہارا ظلم کرنا، تمہارا ریاء کرنا اور تمہارا نمائش کے طور پر اپنے زائد اموال کو خرچ کرنا یہ ساری چیزیں تمہاری قابلیتوں کو اجاگر کرنے کا ذریعہ نہیں بنیں گی بلکہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم بنا دیں گی۔ اس لئے اپنے زائد اموال کو اس رنگ میں خرچ کرو کہ تم پر اللہ تعالیٰ کے غضب کی نگاہ نہ پڑے بلکہ تم پر ہمیشہ اس کی رحمت اور اس کے پیار کی نگاہ پڑتی رہے۔

جس عذاب کا سورہ انعام میں ذکر کیا گیا ہے اس کا ایک حصہ تو اس دنیا میں ظاہر ہوتا ہے مثلاً یہی ہے کہ اگر ایک مسلم حکومت کسی کارخانہ دار کو یہ کہے کہ چونکہ تم نے خدا تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق اپنے زائد اموال کو خرچ نہیں کیا اس لئے نئے کارخانے لگانے کی تمہیں اجازت نہیں دی جائے گی حکومت کا یہ فیصلہ ہی اس کی طبیعت کے لحاظ سے اس دنیا میں اس کے لئے کافی عذاب ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کا یہی منشاء ہو کہ اسکو عذاب ہی ملے (اس کے غضب سے ڈرتے رہنا چاہئے) تو اس سے بھی سخت تر عذاب میں بھی وہ مبتلا کر سکتا ہے کیونکہ اگر ذہنیت یہ ہو کہ جو مال ملا ہے وہ سب اپنے پاس ہی رکھنا ہے اور اس کو خدا تعالیٰ کے بندوں کے حقوق کی ادائیگی کا ذریعہ نہیں بنانا تو پھر ایک وقت میں آ کر اس کے اموال میں زیادتی کے جو راستے ہیں اگر ان کو بند کر دیا جائے تو یہ اس کیلئے ایک بہت بڑا عذاب بن کر رہ جاتا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں یہ حکم دیا ہے کہ جب تم کوئی تدبیر کرو یا کوئی منصوبہ بناؤ اور تم اس کے لئے نیک نیتی کے ساتھ اعداد و شمار اکٹھے کرو کسی چیز کو پس پردہ نہ رہنے دو۔ جہاں جہاں بھی کسی چیز کی ضرورت تھی تم نے اس کے پورا ہونے یا پورا کرنے کے لئے فیصلے کئے اور تمہارا اس سے سوائے اس کے کوئی اور مقصد نہیں کہ تم اس کے ذریعہ سے میری رضا حاصل کرو۔ اس لئے تمہارے یہ فیصلے میری صفات کے جلوؤں کے مظہر بننے کے لئے تھے اور پھر تم نے جو منصوبہ بنایا اس میں جزا کے دو حصے ہیں۔ ایک کام کرنے والے کی اجرت کا حصہ ہے جس کی ادائیگی ”اَحۡسَنَ الَّذِیۡ کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ“ کے اصول کے

مطابق اور ’’بِاَحْسَنِ مَاکَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ‘‘ کو مدنظر رکھتے ہوئے عمل میں آنی چاہئے۔ اگر تمہیں اس اصول کی رو سے تفصیل طے کرنے میں مشکل نظر آئے یعنی یہ مشکل کہ کسی کی تنخواہ کم اور کسی کی زیادہ ہو تو پھر مجموعی نفع میں حصہ دار بناؤ یعنی مزدوروں کی مقررہ تنخواہ یا اُجرت کے علاوہ ان کو حسن کارکردگی کے مطابق مجموعی نفع میں بھی شریک کرو اور یہ تو کام کرنے والے کی اُجرت تھی۔ اللہ تعالیٰ کی صفت رحیمیت کے جلوے کے ماتحت اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اس کی صفت رحیمیت کا ایک اور جلوہ تمہاری زندگیوں میں اس طرح بھی نظر آنا چاہئے کہ ایسے کارخانے دار جو اللہ تعالیٰ کی ہدایات کی پیروی کرنے والے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے سب اقتصادی احکام کو عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں تم ان کی عزت و احترام کرو اور انہیں مزید کارخانے لگانے کی اجازت دو کیونکہ وہ اپنے اور اپنے خاندان اور دوسرے لواحقین کے حقوق کی کماحقہ، ادائیگی کے ساتھ ساتھ دوسروں کے حقوق کو بھی پورا کرتے ہیں اور ان ذمہ داریوں سے کماحقہ، عہدہ برآ ہو جانے کی صورت میں ان کے پاس جو زائد اموال بچ جاتے ہیں وہ ان اموال کو بھی اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق اس کی مخلوق کی بہتری اور بہبودی کے لئے خرچ کرتے ہیں لیکن وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے زائد اموال تو اس لئے عطا فرمائے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ہدایتوں کے مطابق جائز طریق پر خرچ کر کے اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے وارث بنیں لیکن انہوں نے عقل سے کام نہ لیا غفلت کے پردوں میں پڑے رہے اور اپنے زائد اموال کو ان راہوں پر خرچ کیا جن راہوں کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔

فرمایا جب تک یہ دنیا قائم ہے منصوبے تو بنتے رہیں گے جب بھی نیا منصوبہ بنے گا نئے کارخانے لگانے کی ضرورت پڑے گی ایسے لوگ تمہارے پاس آئیں گے اور کہیں گے ہمارے پاس بڑا سرمایہ ہے ہمیں مزید کارخانے کھولنے کی اجازت دی جائے ایسے وقت ان سے کہہ دیا جائے کہ تمہارے پاس جو سرمایہ ہے وہ ظلم کے نتیجہ میں جمع ہوا ہے اس کی تو تمہیں سزا ملنی چاہئے نہ کہ انعام انہیں نئے کارخانے لگانے کی ہرگز اجازت نہ دی جائے البتہ ان لوگوں کو اجازت ملنی چاہئے جنہوں نے اس سے قبل اپنے زائد اموال کو اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق خرچ کیا ہو۔

اللہ تعالیٰ نے ایک مسلمان سے ’’ اَلدِّیْنُ ‘‘ کے معنوی لحاظ سے اقتصادیات سے تعلق رکھنے والے جو گیارہ مطالبے کئے ہیں میں نے ان مطالبات پر مشتمل اقتصادی مضمون کو اختصار کے ساتھ اس کی محض

اصولی باتوں کو بیان کرنے پر اکتفا کیا ہے۔

اب اس مضمون کے دو حصے باقی رہ جاتے ہیں ایک تو وہ جن کا حق (ابھی تو اصولی طور پر بتایا تھا کہ دوسروں کا بھی حق پیدا ہو جاتا ہے) اللہ تعالیٰ نے قائم فرمایا ہے یعنی ان لوگوں کے متعلق بتانا باقی رہ جاتا ہے جن کے حقوق یا ضروریات اسی طرح کی ہوتی ہیں جس طرح دوسرے صاحب اموال کی ہوتی ہیں مگر اس دنیا میں دنیوی نظاموں کے ماتحت عدم انصاف کی وجہ سے یا اور کسی وجہ سے وہ محروم رہ جاتے ہیں یا جن کو بھیک منگا ہونے پر مجبور ہونا پڑتا ہے یہ کون کون سے لوگ ہیں؟ قرآن کریم نے ان کا اصولی طور پر ذکر فرمایا ہے۔ غرض ایک تو ان لوگوں کے متعلق ذکر کرنا باقی رہ گیا ہے اور دوسرے اللہ تعالیٰ نے مجھے علم دیا ہے کہ قرآن عظیم کا یہ سارا مضمون سورہ فاتحہ میں بھی پایا جاتا ہے اس لئے میں نے ارادہ کیا تھا کہ اس سارے مضمون کا خلاصہ اور اجمال سورۂ فاتحہ کی تفسیر میں بیان کر دوں تا کہ یہ ساری باتیں اکٹھی ہو کر سامنے آ جائیں یہ دو مضامین ابھی باقی ہیں جن پر انشاء اللہ آئندہ روشنی ڈالوں گا۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۱۹/نومبر ۱۹۶۹ء صفحہ ۳ تا ۸)

☆......☆......☆